حضرت شیخ الہندؒ

اور

تحریکِ ریشمی رومال

از: (مفتی) محمود (صاحب) حافظجی (حفظہ اللہ تعالیٰ)

یہ رسالہ گجراتی زبان میں ہندوستان کی آزادی کے ہیرو:
حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی آزادی کی خاطر تحریکِ ریشمی رومال کے ۱۰۰؍سال (۱۳۳۳ھ سے ۱۴۳۳ ہجری) مکمل ہونے پر جمعیتِ علمائے ہند کے زیرِ اہتمام یک روزہ شیخ الہند سیمینار کے موقع پر بہ مقام: سردار ولبھ بھائی پٹیل میموریل ہال، شاہی باغ، اولڈ راج بھون، احمد آباد، تاریخ: ۲۸؍۴؍۲۰۱۲ سنیچر کے دن پیش کیا گیا تھا؛ چونکہ اس پروگرام میں سرکاری افسران، غیر مسلم حضرات اور اہلِ سیاست بھی موجود تھے اس لیے اندازِ تحریر میں کچھ ان کی رعایت کی گئی ہے، اب اس کا اردو ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

نوٹ: بندہ اس سیمینار میں تدریسی مشغولی کی وجہ سے خود شامل نہیں ہوا تھا؛ لیکن یہ مضمون کتابچے کی شکل میں تیار کر کے بھیجا تھا۔

نوساری میں جمعیتِ علما کا ایک عظیم پروگرام ہوا تھا، جس میں شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری، مولانا سید محمود اسعد مدنی، مفتی عباس صاحب بسم اللہ اور دیگر علما موجود تھے، اسی مجلس میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے مہتمم حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب نے اس کتابچے کا رسمِ اجرا کیا تھا۔ اناؤنسر کے یہ الفاظ تھے:

چونکہ حضرت شیخ الہندؒ کی تحریکِ ریشمی رومال میں حضرت مولانا احمد بزرگ سملکیؒ کا مالی تعاون تھا؛ اس لیے انھی کے پوتے مولانا احمد بزرگ صاحب کے ہاتھ سے اس کا رسمِ اجرا زیادہ مناسب ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا مختصر تعارف

آپ کا نام: محمود حسن۔

اصل وطن: دیوبند، ضلع: سہارنپور (یوپی)

تاریخِ پیدائش: ۱۸۵۱ء مطابق ۱۲۶۸ھ۔

پیدائش کی جگہ: آپ کے والد صاحب بریلی کالج میں پروفیسر تھے، اس کے بعد محکمۂ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر کی حیثیت سے ترقی ہوئی؛ اس لیے والد صاحب بریلی میں رہتے تھے اور آپؒ کی پیدائش بریلی ہی میں ہوئی؛ لیکن آپ کی پرورش دیوبند میں ہوئی۔

تاریخِ وفات: ہندستان کا یہ چمکتا سورج ۱۹۲۰ء، مطابق ۱۸/ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں غروب ہوا، اور سرزمینِ دیوبند میں آپؒ کی تدفین عمل میں آئی۔

جس وقت آپؒ ملک کی آزادی کی خاطر ''مالٹا'' کی جیل میں قید تھے، اس وقت وہاں پر مختلف ملکوں کے اور بھی بہت سارے قیدی موجود تھے، ان قیدیوں میں بڑے بڑے قائدین، لشکر کے افسران وغیرہ لوگ بھی تھے۔

آپؒ جب ان لوگوں کے درمیان کچھ دن رہے تو وہ سب آپ کی دور اندیشی، عقل مندی اور علمی صلاحیت کو دیکھ کر آپ سے بہت متاثر ہوئے اور آپ سے محبت کرنے لگے اور سب اپنے اپنے ملک کی آزادی کی لیے آپ سے مشورے طلب کرنے لگے اور آپؒ سے تبادلۂ خیال کرنے لگے؛ چنانچہ وہیں پر آپؒ کو ایک سچے ہندوستانی ہونے کی پہچان کے طور پر ''شیخ الہند'' کا لقب دیا گیا۔

شیخ کا مطلب بزرگ، قائد، عالمِ دین اور ہند؛ یعنی اس زمانہ کا متحدہ ہندوستان ہے، اس طرح اس زمانہ سے لیکر آج تک ملک کے ساتھ آپ کی پہچان پوری دنیا میں مشہور رہوئی۔

تعلیم وتربیت

جب ۱۸۵۷ء میں ہندوستانیوں کی طرف سے انگریزوں کے خلاف ہتھیاروں سے لڑائی ہوئی۔ جس میں پنڈت میوارام گپتا کے لکھنے کے مطابق پانچ لاکھ مسلمانوں کو پھانسی کی سزا دی گئی اور اس میں بھی پچپن ہزار تو علمائے کرام تھے (مسلمان مجاہدین: ۲۴۰) اس لڑائی کے بعد ۱۸۶۶ء میں دیو بند میں دارالعلوم نامی ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی؛ جس کا بنیادی مقصد دین کی حفاظت اور تعلیم کے ساتھ ساتھ ملک کی آزادی بھی تھا؛ چنانچہ اس مدرسہ کے سب سے پہلے شاگرد حضرت شیخ الہندؒ ہی تھے۔

آپؒ کے اساتذہ

ایسے تو آپؒ نے بہت سارے اساتذہ سے علم حاصل کیا جن میں سرِ فہرست حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ ہیں جو ۱۸۵۷ء میں شاملی کے میدان میں انگریزوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کے ہیرو تھے، ایسے محبِ وطن سے آپؒ نے علم حاصل کیا۔

آپؒ کے اوصاف

① اسلام کے اعلی درجے کے عالم۔

۲ صوفی۔

۳ وطن سے سچی محبت کرنے والے۔

۴ ملک کی آزادی کے خاطر سب کچھ قربان کرنے والے ایک سچے مجاہد۔

ایسے دیکھنے جائیں تو یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ: آپؒ کے اندر ملک کی محبت اور اس کو آزاد کرانے کا جو مبارک جذبہ تھا وہ دارالعلوم دیوبند اور آپ کے استاذ کی جانب سے وراثت میں ملا تھا۔

آزادی کی لڑائی میں آپ کی انمول خدمات

۱ ۱۸۸۸ء میں ''نصرت الابرار'' نامی کتاب تیار کی گئی، جس میں ملک بھر کے ۱۰۰ ر سے زائد علمائے کرام ومفتیانِ کرام کے فتاویٰ جمع کیے گئے، ان تمام فتاویٰ کا مقصد برادرانِ وطن کو آزادی کی لڑائی میں شامل ہونے کی ترغیب دینا تھا۔ اس کتاب میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا فتویٰ بھی شامل تھا، جس کی وجہ سے غیر مسلموں کو بھی آزادی کی لڑائی میں حصہ لینے کا جذبہ اور حوصلہ ملا۔ (انقلاب ۱۸۵۷: ۱۰۵، مصنف: پی۔ سی۔ جوشی)

۲ ۱۹۰۹ء میں آپؒ نے ''جمعیت الانصار'' نامی ایک تنظیم قائم کی، جس کے ماتحت آزادی کی لڑائی کو آگے بڑھایا گیا، اس تنظیم کا اصل مقصد انگریزوں کی ظالمانہ حکومت کا خاتمہ کرنا تھا۔

۳ ۱۹۱۴ء میں یاغستان، باجور، اورزیگی میں انگریزوں کے خلاف ہتھیاروں سے لیس لڑائی آپؒ کی رہنمائی میں شروع ہوئی۔

④ ریشمی رومال کی تحریک

۱۹۱۵ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی طویل خفیہ وخاموش تیاریوں کے بعد انگریزی حکومت کے خاتمہ کے لیے اپنے خصوصی منصوبے کے تحت یہ فیصلہ کیا کہ ملک بھر میں بغاوت کے ساتھ ساتھ بیرونی طاقتوں کے ذریعہ سرحدوں سے حملے کیے جائے اور اس کام کے لیے اپنے خاص بھروسے والے شاگردِ رشید ''مولانا عبید اللہ سندھیؒ'' کو کابل (افغانستان) بھیجا، کابل میں یکم دسمبر ۱۹۱۵ء کو آزاد ہند حکومت تشکیل میں لائی گئی، جس کا صدر راجہ مہندر پرتاپ کو بنایا گیا۔

(They too fought for India's freedom : The role of minorities by A.A.Engineer)

بے مثال قومی اتحاد

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مسلم اکثریتی ملک افغانستان اور وہاں کے مسلمان ہی آزاد ہند حکومت کو تشکیل دیں اور اس کا صدر ہندو بادشاہ کو بنائیں، یہ مسلمانوں کے قومی اتحاد کا بے مثال جذبہ ہے!!!

مختلف ممالک میں انگریزوں کے خلاف امداد کی غرض سے محنت

اس غرض سے افغانستان، ترکی، شام، جاپان وغیرہ ممالک میں وفود روانہ کیے گئے، نیز حضرت شیخ الہندؒ بھی ۱۸/ستمبر ۱۹۱۵ء کو بذاتِ خود حجاز روانہ ہوئے اور وہاں کے گورنر غالب پاشا اور انور پاشا سے اس سلسلے میں گفتگو ہوئی؛ لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا

اور پورے منصوبے کا راز ظاہر ہو گیا اور پورے ہندوستان میں سے تقریباً ۲۲۳ ر تحریک کے ذمے داروں کو گرفتار کرلیا گیا۔

صفر المظفر ۱۳۳۵ھ، مطابق ۱۹۱۷ء کو حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا عزیر گلؒ، حکیم نصرت حسین، مولانا وحید احمد فیض آبادی کو انگریزوں کے کہنے پر حجاز سے گرفتار کر کے یورپ کے جزیرے مالٹا کی ایک جیل میں قید کرلیا گیا۔

مولانا آزادؒ کو رانچی میں نظر بند کیا گیا، مولانا سندھیؒ اور مولانا محمد میاں انصاریؒ کو لمبے زمانے تک جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑا، یہ تحریک تاریخ میں ''ریشمی رومال'' کے نام سے مشہور رہے۔

نوٹ: اس تحریک کی خفیہ تحریر ریشم کے رومال پر لکھی گئی اور اس کے پھول بنا کر پھولوں کی شکل میں ایک دوسرے کے پاس پہنچائی گئی تھی؛ اس لیے اس کا نام ''تحریکِ ریشمی رومال'' رکھا گیا تھا۔

مالٹا کی قید سے رہائی

مارچ ۱۹۲۰ء میں آپؒ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مالٹا کی جیل سے رہا کیا گیا، ۸ر جون ۱۹۲۰ء میں آپؒ کو آپ کے تمام ساتھیوں کے ساتھ رہا کر کے بمبئی چھوڑ دیا گیا۔

قومی اتحاد کے ذریعہ آزادی کی لڑائی میں نئی روح

جب حضرت شیخ الہندؒ مالٹا میں قید کی سزا ختم کر کے ہندوستان آئے تو مالٹا میں

پوری دنیا کے سیاست داں ،فوج کے کمانڈر اور دیگر رہنماؤں (جو انگریزوں کے سیاسی قیدی تھے) کے ساتھ گفتگو کر کے آئے تھے ، نیز قرآنِ کریم و حدیث شریف میں علمی پختگی و سمجھ داری کی بدولت حضرتؒ نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان کی آزادی کی لڑائی میں زیادہ تر مسلمان ہی آگے آگے ہیں، اب اس کو اور زیادہ مؤثر بنانے کے لیے ضرورت ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔

۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام ہو چکا تھا ؛ لیکن اس کا کام ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان مفاہمت پیدا کرنا تھا، کانگریس ابھی تک انگریزوں کے خلاف کھلے عام لڑائی نہیں کر سکی تھی ؛لہذا حضرت شیخ الہندؒ نے اس نظریے پر عمل کیا کہ سب کو مل کر آزادی کی جنگ کو آگے بڑھانا چاہیے، اس نظریہ کو بہت پذیرائی ملی ؛ لہذا اس میں تمام مذاہب کے لوگوں نے مکمل تعاون کیا ،جس سے آزادی کا حصول آسان ہوا۔

آج بھی اگر اس نظریے کو ملک کی ترقی پر لاگو کیا جاتا ہے اور ملک کا آئین بھی تمام لوگوں کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے تو آج بھی ہندوستان کو دنیا کی سپر پاور طاقت بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

حضرت شیخ الہندؒ کی قومی اتحاد کے متعلق بے مثال فکر

زندگی کا آخری خطاب ۔جس کے صرف ۹ ردن بعد ہی آپ نے دنیا کو الوداع کہہ دیا ۔اس کے کچھ اقتباسات :

میں سمجھتا ہوں کہ دونوں قوموں (ہندو اور مسلم) کے درمیان اتحاد بہت ہی

فائدہ منداور ضروری ہے اور وقت کے تقاضوں کے پیشِ نظر دونوں قوموں کے رہنماؤں کی کاوشوں کی قدر کرتا ہوں؛ کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ اگر دونوں جماعتیں اتحاد کے نظریے پر کامیاب نہ ہوئی تو ہندوستان کی آزادی ہمیشہ کے لیے ناممکن ہو جائے گی۔

یہاں برطانوی حکومت کے ظالمانہ پنجے روزانہ اپنی پکڑ مضبوط کرتے رہیں گے؛ یعنی ہندوستان کی آبادی کی دو بنیادی قومیں (ہندو، مسلم) بلکہ سکھوں کو ملا کر تینوں قومیں صلح و بھائی چارگی کے ساتھ رہے گی تو چوتھی کوئی قوم (انگریز) کتنی بھی طاقت ور کیوں نہ ہو، ان قوموں کے مشترکہ مقاصد (فرقہ وارانہ اتحاد اور ملک کی ترقی) کو محض اپنی ستم ظرفی سے شکست نہیں دے سکے گی۔

مختلف قوموں اور مذاہب میں مفاہمت کے لیے دو چیزیں اہم ہیں:

① مذہبی معاملات میں کسی کو کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔

② دیگر غیر مذہبی معاملات میں کسی کو بھی کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے اور کسی کی بھی دل شکنی نہ ہو اس کا خیال رکھتے ہوئے چلنا ہے۔

’’موہن داس کرم چند‘‘ سے ’’مہاتما گاندھی‘‘ تک

۸/جون ۱۹۲۰ء کو جب حضرت شیخ الہندؒ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مالٹا جیل سے بمبئی لایا گیا تو بمبئی میں تمام ہی مذاہب کے لوگوں نے ان کا پرتپاک استقبال کیا، مذکورہ تحریر کے مطابق قومی اتحاد کے ذریعہ آزادی کی جنگ کو آگے بڑھانے کی ہدایت کی اور فیصلہ کیا کہ ہندو معاشرے میں سے کسی کو قائد کی حیثیت سے آگے بڑھایا جائے؛ لہذا حضرت شیخ الہندؒ نے خود گاندھی جی کا انتخاب کیا۔

حضرت کے خاص معتمد مولانا عبدالباری فرنگیؒ نے آپ کو ''مہاتما'' کا لقب دیا۔

حکیم اجمل خاں مرحوم نے ایک اجلاس میں اپنی ٹوپی گاندھی جی کے سر پر پہنا دی، تب سے حکیم صاحب کی ٹوپی ''گاندھی ٹوپی'' کے نام سے مشہور ہوئی، اس طرح ملک کو مہاتما گاندھی جیسے قائد کا تحفہ حضرت شیخ الہندؒ کے ذریعے ملا۔

گاندھی جی کو جمعیت علما کے فنڈ سے ملک بھر میں دورے کروائے گئے، ان کی قیادت کا لوگوں کے سامنے تعارف کروایا گیا؛ اس لیے گاندھی جی ہمیشہ حضرت شیخ الہندؒ کے بڑے عقیدت مند رہے۔

مالٹا کی جیل کا ایک عجیب وغریب واقعہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ خود بیان کرتے ہیں کہ:

جب حضرت شیخ الہندؒ کی وفات ہوئی تو غسل دینے والے نے پوچھا کہ: حضرت شیخ الہندؒ کی کمر پر کچھ غیر معمولی نشانات پائے گئے، اس کو معلوم کرنا چاہیے؛ لہذا گھر والوں سے پوچھا گیا تو انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، پھر حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پوچھا گیا تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہنے لگے: یہ میرے حضرت کا راز تھا، حضرتؒ نے مجھے کہا تھا کہ: میری حیات میں اس بارے میں کسی کو مت بتانا؛ اس لیے میں نے آج تک کسی کو نہیں بتایا؛ لیکن آج جبکہ حضرت کی وفات ہوچکی ہے میں بتادیتا ہوں:

جب ہم مالٹا کی جیل میں تھے، تب ایک مرتبہ انگریزوں نے حضرت شیخ الہندؒ

کو طلب کیا اور کہا کہ: ایسا کہہ دو کہ ''ہم تمھارے ساتھ ہیں۔''

آپؒ نے فرمایا: یہ تو میں ہرگز نہیں کہہ سکتا! ایک سچا ہندوستانی شہری انگریزوں کے ساتھ ہو، ایسا میں کسی بھی حالت میں نہیں کہہ سکتا۔

چنانچہ انگریزوں نے ایک آگ جلائی، انگارہ گرم کیا اور جب انگارہ اچھی طرح بھڑک اٹھا تو انھوں نے آپؒ کو پھر سے یہ کہنے پر مجبور کیا؛ لیکن آپ نے پھر سے انکار کر دیا تو حکم دیا کہ: شیخ الہند کو اس آگ پر سُلا دیا جائے اور جلتے ہوئے انگاروں کی وجہ سے آپ کی پیٹھ پر گہرے زخم پڑ گئے، جب آپ کو رات کے وقت اپنی کوٹھری میں لایا گیا تو ان زخموں کی تکلیف کی وجہ سے آپ کے لیے سونا مشکل ہو گیا تھا، آپؒ بیٹھے رہتے اور ہم آپ کے ساتھ تھے، ہم سے حضرتؒ کی یہ دردناک حالت دیکھی نہیں جا سکتی تھی؛ لہٰذا ہم نے درخواست کی کہ:

حضرت! یہ المناک حالت کب تک؟ ہم سے یہ حالت نہیں دیکھی جا سکتی ہے، اسلامی شریعت میں ایسے درد بھرے حالات میں حیلہ کر کے جان بچانے کی اجازت ہے؛ لہٰذا آپ کوئی ایسا اچھا کلمہ کہہ دو؛ تاکہ یہ ظالم پیچھے ہٹ جائے اور اس طرح کی سخت تکلیف سے نجات مل جائے۔

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ''جب میں نے یہ الفاظ کہے تو حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ: حسین احمد! تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟

میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا روحانی بیٹا ہوں!

میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا روحانی بیٹا ہوں!

میں حضرت امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ کا روحانی بیٹا ہوں!

میں امام مالکؒ کا روحانی بیٹا ہوں!

میں امام احمد بن حنبلؒ کا روحانی بیٹا ہوں!

حسین احمد! یہ لوگ مجھے جان سے مار سکتے ہیں؛ لیکن وہ میرا عقیدہ ختم نہیں کر سکتے ہیں (کہ اپنی بات مجھ سے منوالیں) (خطباتِ ہند: ۱/ ۲۵۲)

عدمِ تعاون کی تحریک (Non cooperation)

مالٹا سے رہائی کے بعد ستمبر ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں جمعیت علمائے ہند کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں عدمِ تعاون کی تحریک کی بنیاد رکھی گئی، جس کے لیے ملک بھر سے پانچ سو علمائے کرام و مفتیانِ عظام کے پاس فتاویٰ لکھوائے اور اس کو جمع کر کے شائع کیا گیا، حکومتِ برطانیہ نے ڈر کر اس فتوے کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

عدمِ تعاون کی تحریک کیا ہے؟

انگریزوں نے اپنی حکومت کو مضبوط کرنے اور ہندوستانی مصنوعات و شناخت کے خاتمے کے لیے انگریزی طرز، انگریزی لباس، انگریزی مال سامان کو ہندوستان کے شہریوں تک پھیلانا شروع کیا اور انگریزی زبان کی تعلیم کی بڑے پیمانے پر تشہیر کی گئی۔

انگریزوں کے اس مشن کو ناکام کرنے کی غرض سے ”ملکی (دیسی) سامان اپناؤ اور غیر ملکی سامان کا بائیکاٹ کرو“ کی تحریک چلائی گئی؛ تاکہ ملکی صنعت کو تقویت ملے اور انگریزوں کی معاشی پالیسی کو سخت نقصان پہنچے۔

نومبر ۱۹۲۱ء میں پھر ایک مرتبہ لاہور میں جمعیت کے اجلاس میں اس تحریک کو

تیز بنانے کے لیے جماعتی کنونشن تشکیل دیا گیا، اس تحریک کے نتیجے میں ہندوستانیوں نے انگریزی لباس اور غیر ملکی سامان چھوڑنا شروع کیا، انھوں نے برطانوی نوکری سے استعفیٰ دے دیا، ملے ہوئے ایوارڈ واپس کیے؛ یہاں تک کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جو اس وقت انگریزی تعلیم سے متأثر ہوگئی تھی، حضرت شیخ الہندؒ نے اس کی بھی مخالفت کی اور ۲۶/اکتوبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں جامعہ ملیہ قائم کی۔

کیا آج کے حالات میں ایسی حب الوطنی ضروری نہیں ہے کہ ہم مکمل طور پر ملکی ایجادات کو اپنا کر ملک کی ترقی میں تعاون کریں؟

آخری سانس تک وطن کی محبت اور آزادی کی فکر

حضرت شیخ الہندؒ جب بمبئی پہنچے، ابھی تو بندرگاہ پر قدم ہی رکھا تھا کہ سر رحیم بخش نے عرض کیا:

حضرت! آپ نے زندگی بھر انگریزوں کے خلاف احتجاج کیا؛ لیکن انگریزوں کا راج تو آج بھی ہے، البتہ ہمارا تو نقصان ہوگیا، آپ کے مالٹا جیل چلے جانے سے دارالعلوم دیوبند کی ''مسندِ حدیث'' میں خلا پیدا ہوگیا تھا، حضرت شیخ الہندؒ حضرت گنگوہیؒ کے مقام پر تھے، ان کے جیل چلے جانے سے علم کے طالب افراد آپ کے علمی فیض سے محروم ہوگئے؛ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ آکر خانقاہ میں بیٹھیں؛ تاکہ ہم آپ سے استفادہ کرسکیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کا جسم مالٹا کی قید کی ناقابلِ برداشت تکالیف سے کمزور ہوگیا تھا، بڑھاپا چھا گیا تھا، یہ سن کر غضب ناک ہوگئے اور نوجوانوں کو شرم سار کرے ایسے

جوش میں بول اٹھے:

سر رحیم بخش! ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت ہے، جس ملک میں برطانوی حکومت ہو، وہاں محمود حسن کو سانس لینا تو کیا، مرنا بھی گوارا نہیں ہے، میں یہاں اس لیے نہیں آیا ہوں کہ مجھے یہاں زندہ رہنا ہے۔

ہاں! میں تو اس لیے آیا ہوں کہ جہاں تک میری آواز پہنچ سکتی ہے اور میں جہاں جاسکتا ہوں وہاں تک جا کر اعلان کروں گا کہ انگریزوں کی غلامی حرام ہے۔

مزید فرمایا کہ: میں کمزور ہو گیا ہوں، اب مجھ میں چلنے کی طاقت نہیں رہی، میرے گھٹنے میرا ساتھ نہیں دے رہے ہیں، اگر میں خود ہندوستان کے کونے کونے تک نہیں پہنچ سکا تو ایک چارپائی پر سو جاؤں گا اور میرے شاگردوں سے کہوں گا کہ: میری چارپائی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر جہاں تک ہو سکے مجھے لے جاؤ؛ تاکہ میں ہر جگہ پر جا کر اعلان کر دوں کہ ''انگریزوں کی غلامی حرام ہے۔''

''تحریکِ عدمِ تشدد'' کی بنیاد

۱۹۲۰ء تک ہندوستان کے لوگ جب اپنے پیارے وطن کی آزادی کے خاطر اپنے خون کی ندیاں بہا چکے، اتنے لوگ قربان ہوئے کہ ان کی نعشوں سے گنگا و جمنا پر کوئی پل بنانا چاہتا تو بن جاتا، اس وقت ملک کے قائدین نے غور و فکر کیا کہ ظالم انگریز افواج کا اسلحہ سے مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرا اور کوئی راستہ بھی تلاش کیا جائے، جو مفید و موٴثر ہو تو آپؒ نے مذہبی فراست و سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مبنی اپنا ایک نظریہ پیش کیا کہ مکہ مکرمہ کی ۱۳/سالہ زندگی میں دشمنانِ اسلام کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

بہت سی تکالیف پہنچائی گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہؓ ان تکالیف کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے رہیں، آپ نے ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ نہیں کیا اور اپنی توحید کی تحریک جاری رکھی، جس کو خاموش احتجاج؛ یعنی جسے دوسرے الفاظ میں ''تحریکِ عدمِ تشدد'' کہا جا سکتا ہے، اس تحریک کے روحِ رواں حضرت شیخ الہندؒ تھے اور اس کو گاندھی جی نیز دنیا کے دیگر رہنماؤں نے بھی تسلیم کیا، یہ تحریک ہندوستان کی آزادی کا ایک اہم حصہ ہے۔

زندگی کے آخری ایام

جب آپؒ مالٹا کی قید میں تھے اس دوران انگریزوں کے ظلم و بربریت کی وجہ سے آپؒ کا جسم بہت کمزور ہو چکا تھا جس کی وجہ سے آپ کئی بیماریوں کے شکار ہو چکے تھے، جب مالٹا سے بمبئی واپس آئے تو آپ کے جسم پر کمزوری اور بڑھاپے کے آثار صاف محسوس ہو رہے تھے؛ لیکن پھر بھی آپ دین و انسانیت اور ملک کی خدمت میں برابر مشغول رہے اور زندگی کی آخری سانس تک آپ ملک کی آزادی کے لیے فکرمند رہے۔

یہاں تک کہ اب ہندوستان کی آزادی کے اس سچے وفادار ہیرو کا اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا اور ۱۸/ربیع الاول ۱۳۳۹ھ، مطابق ۱۹۲۰ء کو ہندوستان کا یہ ہیرو اس فانی دنیا کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔

آپؒ کی وفات کے بعد بھی ملک کی آزادی کا یہ مشن بڑھتا ہی رہا! آخر آپ کے ممتاز شاگران: مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ وغیرہ حضرات نے آپ کی محترم تنظیم جمعیتِ علمائے ہند کی قیادت میں آزادی

کے عظیم مقصد کو حاصل کر لیا۔ یہ آپ کے وہی ممتاز شاگردان ہیں جنھوں نے تادمِ حیات تقسیمِ ہند کی مخالفت کی تھی۔

یہاں آپ حضرات کی خدمت میں حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی کی بہت ہی مختصر حقیقت پیش کی گئی ہے، لندن میں برٹش کتب خانہ میں برطانوی ریکارڈ میں بہت کچھ لکھا ہوا موجود ہے، نیز ذیل کی کتابوں میں اور اس کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی تفصیل سے دیکھا جا سکتا ہے۔

ماخذ و مراجع

① تحریکِ آزادئ ہند میں مسلم علما اور عوام کا کردار (مفتی محمد سلمان منصور پوری)

② حضرت شیخ الہندؒ کی حیات اور کارنامے (مولانا اسیر ادروی)

③ علمائے ہند کا شاندار ماضی (حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب)

④ مقام محمود (حبیب الرحمن قاسمی)

⑤ کالا پانی یا تاریخِ عجیب (مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری)

⑥ اسیرانِ مالٹا (حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب)

⑦ تحریکِ شیخ الہندؒ (حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب)

⑧ حیاتِ شیخ الہندؒ (حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب)

⑨ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، ایک سیاسی مطالعہ مع سیاسی خطبات و فتاوی اور خطوط اور پیغامات (ڈاکٹر: ابوسلمان شاہ جہاپوری)

⑩ خطباتِ ہند (مولانا ذوالفقار نقشبندی)

شیخ الہندؒ ایک نظر میں

اسمِ گرامی: محمود حسنؒ۔

والد کا نام: مولانا ذوالفقار علیؒ۔

سال پیدائش: ۱۸۵۱ء، ۱۲۶۸ھ۔

جائے پیدائش: بریلی۔

وطن: دیوبند، یوپی۔

تعلیم: داخلہ سال: ۱۸۶۶ء۔

فراغت: ۱۸۷۳ء میں دارالعلوم دیوبند سے ہوئی۔

اساتذۂ کرام: مولانا مہتاب علیؒ، مولانا ذوالفقار علیؒ، ملا محمودؒ۔

سندحدیث: حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، شاہ عبدالغنی مجددیؒ، مکہ مکرمہ۔

بیعت وخلافت: حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ۔

مشہور ساتھی: مولانا احمد حسین امروہیؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ۔

مشہور شاگردان: شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، علامہ ابراہیم بلیاویؒ، مفتیٔ اعظم مولانا کفایت اللہ دہلوی، مولانا سید فخر الدینؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت جی مولانا الیاس کاندھلویؒ۔

سیاسی ساتھی: ڈاکٹر مختار احمد انصاریؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ،

نواب وقار الملک مشتاق حسین حکیم، حکیم اجمل خاں، خان عبد الغفار خان۔

ترکی کی امداد کا فتوی: ۱۹۱۲ء انجمن حلال احمر، ترکی۔

میڈیکل مشن کی روانگی:

۱۹۱۲ء تحریکِ آزادی۔

۱۹۱۲ء جمعیت الانصار کا قیام۔

نظارۃ المعارف: ۱۹۱۳ء۔

حج کے لیے روانگی: ۱۹۱۵ء۔

۱۳۳۳ھ، تحریک ریشمی رومال کی بے نقابی: ۱۹۱۶ء، گرفتاری: ۱۹۱۶ء، مالٹا میں قید: ۱۹۱۷ء، مالٹا سے رہائی: مارچ ۱۹۲۰ء۔ ممبئی میں آمد: ۸/جون ۱۹۲۰ء۔

جمعیت علمائے ہند کے عام اجلاس کی صدارت: ۱۹/نومبر ۱۹۲۰ء۔

تصنیفات: قرآن کریم کا اردو ترجمہ۔ ادلۂ کاملہ۔ ایضاح الادلہ۔ احسن القراء۔ حاشیۂ مختصر معانی، تقریر ترمذی، الابواب والتراجم وغیرہ۔

وفات: مؤرخہ: ۱۸/ربیع الاولی ۱۳۳۹ھ، مطابق: ۳۰/نومبر ۱۹۲۰ء بمقام دہلی، ڈاکٹر انصاری کے مکان پر۔

قبر: مزارِ قاسمی دیوبند، حضرت نانوتویؒ کے جوار میں۔

نوٹ: گجراتی مقالہ کا ترجمہ مکمل ہوا۔